© rasailojaraid.com

"مقولات" کی شرح لکھی اور ارسطو کی تصنیفات کی ترتیب پر ایک کتاب تصنیف کی، الکندی کے ان ترجموں پر بعد میں معلم ثانی ابونصر فارابی نے نظر ثانی کی۔ اس ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ اس دور میں جسے قرون وسطی کہا جاتا ہے، شارح کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ پہلے کی ایک کتاب کو سامنے رکھ کر اور اسے اساس بنا کر اپنے فلسفیانہ اور علمی خیالات کو ایک کتاب میں منضبط کرے۔ اور یہ شارح کی طرف سے اس کتاب کی شرح ہوتی۔ چنانچہ الکندی اور ابونصر فارابی نے جو شرحیں لکھی ہیں وہ اپنی جگہ مستقل کتابیں ہیں جن میں فلسفے پر ان شارحین کی اپنی بھی مخصوص رائیں ہیں۔ اگرچہ ان کتابوں کے نام وعنوان ارسطو اور دوسرے یونانی فلسفیوں کی کتابوں کے ہیں اور ان میں ان فلسفیوں کے افکار و خیالات کی تاویل بھی کی گئی ہے اسی لئے الکندی کے نام کے ساتھ "شارح" کے لقب کی وہی حیثیت ہے۔ جو ارسطو اور فارابی کے ساتھ "معلم" کی ہے۔

غرض یہ عرب مسلمان مترجم محض قدیم قوموں کی علمی وراثت کو اپنے دور میں منتقل کرنے والے ہی نہیں تھے۔ جیسا کہ بعض مخالفین کا اعتراض ہے۔ بلکہ وہ اپنی اسلامی و قرآنی ثقافت کی بدولت مخصوص آراء اور مستقل افکار کے بھی مالک تھے۔ انہوں نے فلاسفہ متقدمین کی کتابوں سے بڑی آزادی سے استنباط کئے اور ان کی آراء پر تنقید کی اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دی۔ اس لحاظ سے وہ اس کے مستحق ہیں کہ ان کا شمار مستقل فلسفیوں اور حکماء میں ہو۔ باقی عربیت اور اسلام کے دشمن یہ جو ان پر اعتراض کرتے ہیں وہ جدید فلسفی مذاہب کو وجود میں نہیں لائے، تو یہ بات صرف ان مترجمین کے بارے میں صحیح ہے جو مسلمان عرب نہیں تھے۔ ان کی غالب اکثریت عیسائی تھی۔ اور وہ اس دور کے کلیسائی نظام کے تحت دبی ہوئی تھی، جس میں فکر انسانی پر طرح طرح کی پابندیاں تھیں نیز بعض مورخین کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ان مترجمین کو فلسفے میں اختراع و تخلیق کی راہ سے روکنے والے اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ تھا کہ وہ خلفاء اور امراء کے درباروں سے وابستہ تھے۔ جو جامد فقہاء اور عوام مسلمانوں کی خوشنودی چاہتے تھے اور انہیں یہ منظور نہ تھا کہ علوم فلسفہ کے یہ مترجم اپنے افکار میں اتنے آزاد ہوں کہ جامد علماء اور متعصب عوام ان سے بگڑ جائیں۔ بات یہ ہے کہ جہاں تک صحیح اسلامی عقیدے کا، جو کہ کتاب اللہ اور سنت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنبط ہے، تعلق ہے وہ نہ تو فلسفہ سے ہراساں ہے اور نہ اسے اس کی سطوت و اقتدار سے کوئی خطرہ ہے۔ بلکہ اس سے صحیح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی عقیدے کا کوئی تصادم ہی نہیں کیونکہ فلسفہ عقل سلیم کا نتیجہ ہے، جسے اسلام نے پورا اختیار دیا ہے اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے عقل نظری کے لئے کسی معین سمت کی شرط نہیں رکھی اور نہ اس کے لئے کوئی مخصوص حد مقرر کی ہے۔ بلکہ عقل سلیم کو آزاد چھوڑا ہے کہ وہ حقیقت تک پہنچنے میں کوشاں ہو۔ باقی امام شافعی کی طرف یہ قول جو منسوب ہے کہ جس نے فلسفہ کا شغل اختیار کیا۔ وہ زندیق ہو گیا۔ اول تو اس کی صحت ثابت نہیں۔ اور اگر اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کا اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے، جو دین اور اخلاق میں بے راہ رویوں کے مرتکب ہوتے تھے اور اپنے آپ کو فلسفیوں کے زمرے میں شمار کرتے تھے۔ علاوہ ازیں منصور، مہدی، ہارون الرشید اور مامون الرشید جیسے خلفاء کب اس کے محتاج تھے کہ وہ عوام کی چاپلوسی کریں اور حق کے ناحق اور ناحق کے حق ہونے کا اعلان کرتے پھریں۔

یہ ایک تسلیم شدہ تاریخی حقیقت ہے کہ ظہور اسلام کے بعد امت عربی ترقی و اقبال کی منزل کی طرف دو دفعہ بڑے زور شور سے آگے بڑھی ہے۔ ایک جب اس کے ہاں قرآن کی شعاعیں پھوٹیں جس نے اسے اندھیروں کے بعد روشنی اور حیرانی و گمراہی کے بعد ہدایت دی۔ اسے خلفشار و انتشار کے بعد نظم و ضبط عطا کیا۔ اور اس کے افراد کے ذہنوں کو بندشوں سے آزادی دی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن کریم میں اعلیٰ ربانی معارف اور بڑے بڑے الہیاتی علوم ہیں اور یہ سب کے سب اس کے نور سے مستنیر ہیں نیز قرآن مجید نے امت عربی کی زبان میں نئے لفظوں، دقیق اسلوبوں اور فنی و علمی تعبیروں کا جن سے وہ پہلے بے بہرہ تھی، اضافہ کیا اور بہت سے عجمی کلمات کو معرب بنایا اور اس طرح اس کے سامنے زبان کو مالا مال کرنے کا دروازہ کھولا۔ ان سب امور سے پہلے قرآن مجید نے کائنات، نفوس انسانی، اسباب و مسببات اور علتوں و معلولات پر غور و خوض کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ یہ وہ شمع تھی، جس نے اسلام قبول کرنے والوں کے لئے حکمت و فلسفہ کی راہ روشن کی۔ اور وہ اس راہ پر بڑے ذوق و شوق سے چل پڑے، اور اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ہاں یہ تھی تاثیر امت عربی میں اللہ تعالیٰ کی اس عظیم کتاب کی۔

یہ پہلی دفعہ تھی، جب عرب ترقی و اقبال کی منزل کی طرف بڑے زوروں سے لپکے ہیں۔ دوسری دفعہ وہ تھی جب یونانی فلسفے، ہندی حکمت اور ایرانی ثقافت کا سرمایہ عربی زبان میں منتقل ہوتا ہے اور اس سے عرب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استفادہ کرتے ہیں، لیکن اسلامی معارف اور دین حنیفی کی روشنی میں اس کی اصلاح کے بعد عربی زبان میں ان تراجم کی بدولت مسلمان عرب ان قوموں کی فلسفیانہ زندگی سے متعارف ہوتے ہیں۔ انہوں نے ان قوموں کے افکار و خیالات اور ان کے مذاہب کا مطالعہ کیا۔ اس سے ان کے ذہن پر جو پہلے اسلامی ثقافت کے قالب میں ڈھل چکا تھا۔ دُور رس اثرات پڑے۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر تاتاریوں کے ہاتھوں امت عربی کو وہ تباہی و بربادی نہ دیکھنی پڑتی، تو آج کی دنیا بغداد کے کتب خانوں کو ان علوم و فنون کے سرمائے سے بھرپور پاتی، جسے اس وقت تک تمام روئے زمین میں بسنے والے انسانوں کی عقل نے تخلیق کیا تھا۔ ان تراجم نے عرب مسلمانوں کے دماغوں میں جو پوشیدہ صلاحیتیں تھی، انہیں علمی دنیا میں ظہور پذیر ہونے کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ ان کا اس طرح ظہور ہوا کہ مورخین اور اہل علم اس سے حیرت میں ہیں۔ اس کے نتیجے میں اسلامی فلسفہ اور عربی علوم وجود میں آئے جو صرف مسلمانوں کے لئے خاص ہیں اور ان کی بدولت تاریخ اسلام کا یہ دور فلسفہ اور علوم و فنون میں اختراع و تخلیق اور جدید نظریات کا دور بن گیا۔

الکندی کے بارے میں بعض اہل علم پریشانی میں مبتلا ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس نے اہل یونان کے علوم اور ان کے فلسفے میں کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کیا اور یہ کہ اس کا مبہم اور پیچیدہ اسلوب اس کی بقائے دوام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اس کی جملہ تصنیفات میں سے جو تھوڑی بہت بچ رہی ہیں، وہ اس کے فلسفے کی واضح تصویر پیش نہیں کرتیں۔ لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے، ہم نے الکندی کے فلسفے کو اس کی اپنی تصنیفات نیز اس کے معاصرین نے اپنی کتابوں میں اس کے جو افکار و خیالات دیئے ہیں۔ ان سے جانا ہے۔ الکندی کے معاصرین میں سے ایک تو "معلم ثانی" فارابی ہے۔ ابن سینا بھی فارابی ہی کے نقش قدم پر چلا۔ اس کے بعد فلسفہ اور تاریخ کے مشہور عرب اور مسلمان مصنفوں میں سے ایک کثیر تعداد نے اس کی پیروی کی۔

یہ بات تو بہر حال طے شدہ ہے کہ الکندی تیسری صدی ہجری میں ہوا۔ اس نے یونانی فلسفے، ایرانی معارف اور ہندوستانی حکمت کو عربی میں منتقل کیا۔ اور ان کی شرح کی۔ اور ان میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے اسلامی و قرانی ثقافت سے بھی استفادہ کیا۔ اور دونوں کی مدد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے فلسفہ میں اپنے ایک مستقل مکتب کی بنیاد رکھی، جس میں منطقی براہین اور نظری دلائل سے جن کا کہ تضیہ اوّل مسلمہ بدیہیات پر ختم ہوتا ہے۔ کام لیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ مکتب فکر عرب اور مسلمان فلسفیوں میں سے جو الکندی کے معاصر یا جو اس کے بعد آئے۔ ان کے لئے افکار اور اعلیٰ نظریات کا سرچشمہ بنا۔ اس بنا پر بجا طور سے اسے عربوں اور مسلمانوں کے پہلے فلسفی کا لقب دیا گیا۔ الکندی پہلا مسلمان اور عرب فلسفی تھا، جس نے افلاطون اور ارسطو کے افکار و آراء میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی اس کے بعد فارابی اس کے نقش قدم پر چلا۔ پھر ابن سینا نے یہی راہ اختیار کی۔ چنانچہ اس نے مشائی (ارسطالیسی) حکمت پر اپنی کتاب "الشفا" لکھی اور اشراقی (افلاطونی) حکمت کے موضوع پر "الاشارات" تصنیف کی۔ الکندی ایک الہیاتی اور عقلیاتی حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق و ادیان کو بھی ماننے والا تھا۔ وہ انسانیت کے مجد و شرف پر اعتقاد رکھتا اور قوانین فطری کا احترام کرتا تھا۔

الکندی کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ قرآن کریم پر غور و خوض کرتے ہوئے جب اس نے یہ آیت دیکھی۔ "ھوالذی انزل علیک الکتاب منہ اٰیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم[۱]" تو وہ آیات متشابہات کے بارے میں حیرت میں پڑ گیا۔ اس پر اس کے ایک شاگرد نے اسے کہا کہ جو قرآن مجید کے مخاطب تھے، وہی اس کے معنی بہتر جانتے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم تھے اور آپؐ کے بعد آپ کے اہل بیت۔ چنانچہ آج کل اہل بیت

---

[۱] وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی ان کے معنی واضح ہیں وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں۔ سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اور مضبوط علم والوں کے۔ الخ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سے امام حسن عسکری ہیں، جنہیں خلیفہ نے سامرا میں نظر بند کر رکھا ہے۔ آپ ان سے قرآن مجید کی تفسیر اور آیات متشابہات کی تاویل سیکھے۔ الکندی کو یہ بات پسند آئی اور اس نے امام حسن عسکری بن علی بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب امیرالمومنین سے قرآنی معارف حاصل کئے اور یہ الکندی کا خصوصی اعزاز ہے، جو کسی اور عرب اور مسلمان فلسفی کو نصیب نہیں ہوا۔ الکندی کے الہیاتی اور تکوینی فکر کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ کے ماسوا یہ جو عالم ہے، وہ حادث ہے اور یہ اللہ واحد واحَد کی تخلیق ہے، جو اس کا مُبدِع اوّل اور علت العلل ہے۔ نیز مبدائے اوّل نے اپنی ازلی قدرت اور اپنے اس علم سے جو بہترین نظام کے اہتمام میں رہتا ہے، امکانی موجودات کے جس سلسلے کا فیضان کیا ہے اس کی ابتدا اکمل ترین اور اتم ترین چیز سے ہوتی ہے، اور وہ عقل ہے۔ جو ذاتاً اور فعلاً مادہ سے مجرد ہے۔ چنانچہ نہ وہ مادی ہے نہ زمانی، بلکہ مادے اور زمانے دونوں سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے عقل اول کو پیدا کیا۔ جس میں یہ قدرت رکھی کہ وہ اپنی بعد والی چیز یعنی عقل ثانی میں موثر ہو سکے۔ اس طرح عقول عشرہ (دس عقلوں) کی تخلیق عمل میں آئی۔ عالم عقول کو عالم ابداع کہا جاتا ہے اور یہ مادے اور زمانے سے منزہ ہے۔ امکانی موجودات کے سلسلے کا یہ مرتبہ اولیٰ ہے۔ اس کے بعد مرتبہ ثانیہ مخترعات کا ہے۔ جن سے مراد افلاک، نفوس کلیہ اور عالم مثال ہے۔ اور مرتبہ ثالثہ عالم تکوین ہے یعنی وہ موجودات جو مادے اور زمانے دونوں کی حامل ہیں۔ اور وہ عناصر، طبائع، صور جسمیہ اور ہیولیٰ ہیں۔
امکانی موجودات کے سلسلے کا آخری درجہ عنصرِ مادی ہے۔ جو منتج ہوتا ہے نبات، حیوان اور انسان کے اجسام پر۔ اب جہاں تک انسان کا تعلق ہے اس میں عنصر مادی کے علاوہ نفس ناطقہ بھی ہے جو مادہ سے مجرد ہوتا ہے اور عالم ملکوت سے عالم شہادت میں نزول کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ ولی اللہ کا مقام عظمت

از مولانا ابوالکلام آزاد

مرتب - ابوسلمان شاہجہان پوری

مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کی ننھیال کی طرف سے ان کے عزیز فضل الدین احمد تھے قصور کے رہنے والے اور "الہلال" کلکتہ کے مینجر تھے موصوف مولانا آزاد سے تقاضا کر رہے تھے کہ وہ اپنے حالات و سوانح قلم بند کر دیں۔ پہلے تو مولانا آزاد ان کو ٹالتے رہے پھر جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ۔

"کتنی بزرگ اور عظیم الشان زندگیاں ہمارے سامنے ہیں، جن کے سوانح و حالات نہیں لکھے گئے۔ ان کو چھوڑ کر میری زندگی کے حالات مرتب کرنا محض ایک تمسخر انگیز حرکت ہوگی" (تذکرہ از مقدمہ)

لیکن فضل الدین احمد اس کو اسی قدر ضروری خیال کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا اصرار جاری رکھا حتیٰ کہ مولانا آزاد کو حکومت بنگال نے اپنی حدود سے خارج کر دیا اور مولانا رانچی (بہار) چلے گئے۔ فضل الدین احمد نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور مولانا کو برابر اس جانب متوجہ کرتے رہے۔ بالآخر ان کے اصرار کے آگے حضرت مولانا کو سپر انداز ہونا پڑا۔ اور اپنے حالات و سوانح لکھنے کا وعدہ فرمالیا۔ پھر جو کچھ حضرت مولانا نے لکھا وہ "تذکرہ" کی صورت میں دنیا کے سامنے ہے۔ اس میں اگرچہ حضرت مولانا اور ان کے خاندان کے بارے میں بھی مفید اور قیمتی معلومات ملتی ہیں، لیکن حقیقتاً "تذکرہ" مولانا آزاد یا ان کے خاندانی بزرگوں کا نہیں بلکہ تجدید و احیائے دین اور دعوت و عزیمت کی تاریخ بن گیا ہے۔ مولانا نے اس میں

تذکرہ آزاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام الحرمین حضرت امام احمد ابن حنبل، شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقام علم وفضل، ان کی دعوت، مقام عزیمت اور ان کے کارناموں کو والہانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ تقریباً تین سو صفحات لکھنے کے بعد بیرونِ ہند پاکستان کے علمائے حق کی جانب سے ہندو پاکستان کے علمائے حق وصاحبان دعوت وعزیمت کی طرف خیالات کی باگ موڑ دی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"یہ چند متفرق مثالیں تو دور کی تھیں۔ خود ہندوستان کی تاریخ دیکھو تو ہمیشہ ایسا ہی معاملہ نظر آئے گا" ہندو پاکستان کے علمائے حق میں حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہؒ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ حضرت اسمعیل شہید رحمہم اللہ اجمعین کی عظیم شخصیتیں ان کی توجہ اور محبوبیت کا مرکز رہی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام اور عہد جہانگیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علماء ومشائخِ حق سے بالکل خالی ہوگیا تھا؟ کیسے کیسے اکابر موجود تھے! لیکن مفاسد وقت کی اصلاح وتجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا۔ صرف حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود گرامی ہی تن تنہا اس کاروبار کا کفیل ہوا۔"

مولانا آزاد نے حضرت شیخ سرہندیؒ کی جامعیت وکاملیت اور ان کے کارناموں کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ خود ایک مفصل مقالہ کا مواد ہے۔ اس مختصر صحبت میں ہم دورۂ آخر کے فاتح وسلطانِ عصر حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ کے کارنامۂ تجدید واحیائے دین وتدوین علوم ومعارف اسلامیہ کے متعلق مولانا آزاد مرحوم کے خیالات پیش کریں گے۔

مولانا آزاد فرماتے ہیں!

پھر بارہویں صدی کا ایک عظیم ترین ظہور علوم ومعارف دیکھو، زمین بنجر ہوچکی تھی۔ پھر بھی کھیتوں کی سرسبزی اور چمنوں کی لالی سے کوئی گوشہ بالکل خالی نہ تھا۔ تیرہویں صدی کے تمام کاروبار علم وطریقت کے اکابر واساتذہ اسی صدی میں سربرآوردہ ہوئے، بعض بڑے بڑے سلاسلِ درس وتدریس کی بنیادیں اسی میں استوار ہوئیں۔ جیسے خاندان مشہور فرنگی محلی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ہندوستان سے باہر بلادِ عربیہ و عثمانیہ میں اکثر مشاہیر علم وارشاد، جیسے شیخ ابراہیم کورانی محمد بن احمد سفارینی النجدی، سید عبدالقادر کوکبانی، شیخ عمر فاسی تیونسی، شیخ سالم بصری، امیر محمد بن اسمٰعیل یمانی، شیخ عبدالخالق زبیدی، علامہ فلانی صاحب ایقاظ، شیخ محمد حیات سندھی المدنی وغیرہم کہ شاہراہ عام سے اپنی راہ الگ رکھتے تھے اور حقیقت مستورہ کے شناسا و حق آگاہ تھے۔ بایں ہمہ معلوم ہے کہ وہ جو دورۂ آخر کے "فاتح" اور "سلطان عصر" ہونے کا مقام تھا اور "قطبیت وقت" کا وہ صرف حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ (رضی اللہ عنہ) ہی کے لئے تھا۔ اور لوگ بھی بیکار نہ رہے، کام کرتے رہے۔ مگر جو کام یہاں انجام پایا وہ صرف یہیں کے لئے تھا۔

احسنت ازیں عشق کہ دوراں امروز
گرم دارد ز تو ہنگامۂ رسوائی را! فیضی

تفہیمات میں اس معاملے کے معارف لکھتے ہوئے کہیں تو اپنی طرف بیگانہ وار اشارہ کر جاتے ہیں، کہیں کہیں جوشِ قلبی کی بے اختیاریوں میں صاف صاف بھی لکھ گئے ہیں۔ اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

نعمت عظمیٰ بریں ضعیف آنست کہ اورا	اللہ تعالیٰ کا یہ مجھ ضعیف پر عظیم احسان ہے
خلعت فاتحیت دادند و فتح دورۂ بازپسیں	کہ اس نے خلعت فاتحیت سے نوازا، اور
بردست وے کردند	اس دورۂ آخر کا افتتاح اسکے ہاتھ سے کرایا[1]

تفہیمات میں لکھتے ہیں

بہ سر م در دادند کہ ایں خفیقت بمردم	میرے ذہن میں یہ حقیقت ڈالی گئی کہ
برساں۔ امروز وقت تست	میں لوگوں تک یہ حقیقت پہنچا دوں کہ یہ

---

[1] مولانا آزاد نے تذکرہ میں محولہ عباراتِ حضرت شاہؒ کا ترجمہ نہیں کیا تھا۔ راقم نے استفادۂ عام کے خیال سے اس کا مطلب بھی شامل کر دیا ہے۔ ابو سلمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وزمان زمانِ تو۔ وائے برکسے کہ زیر لوائے تو نہ باشد۔

زمانہ تیرا زمانہ ہے، اور یہ وقت تیرا وقت ہے۔ افسوس اس شخص پر جو تیرے جھنڈے کے نیچے نہ آئے۔

ایک اور تفہیم میں یہ کیفیت زیادہ سرمستی کے ساتھ کھلی ہے۔

ففهمني ربي انا جعلناك امام هذه الطريقة وسددنا طرق الوصول الى حقيقة القرب كلها اليوم غير طريقة واحدة وهو محبتك والانقياد لك فالسماء ليس على من عاداك بسماء وليست الارض عليه بارض فاهل الشرق والغرب كلهم رعيتك وانت سلطانهم علموا اولم يعلموا فان علموا فازوا وان جهلوا خابوا۔

میرے رب نے مجھے بتایا کہ ہم نے تجھے اس طریقے کا امام بنایا ہے، اور سوائے ایک طریقے کے جو تیری محبت اور تیری اطاعت کا طریقہ ہے، قُربِ حقیقت تک پہنچنے کے سب راستے آج بند کردیئے ہیں اور جو تیری مخالفت کرے، اسے نہ آسمان میں پناہ مل سکتی ہے اور نہ زمین میں، پس اہل شرق و غرب سب کے سب تیری رعیت ہیں اور تم ان کے سلطان ہو خواہ وہ اسے جانیں یا نہ جانیں۔ اگر وہ جانیں گے تو کامیاب ہوں گے۔ اگر نہ جانیں گے تو ناکام ہوں گے۔

ایک اور تفہیم میں لکھتے ہیں

ومن نعم الله علي ولا فخر، ان جعلني ناطق هذه الدورة وحكيمها وقائد هذه الطبقة وزعيمها فنطق على لساني ونفث في نفسي فان نطقت

اور اللہ کی مجھ پر جو نعمتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے اور اس میں کوئی فخر نہیں کہ اس نے مجھے اس دور کا ناطق اور حکیم اور اس طبقے کا قائد اور زعیم بنایا۔ اور وہ میری زبان سے گویا ہوا، اور اس نے میرے نفس میں اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باذکار القوم واشغالهم
نطقت بجوامعها۔ وان تکلمت
علی نسب القوم فیما بینهم
وبین ربهم رویت لی منا کبها
وتبضت علی جوامع خطامها
وان خطبت باسرار اللطائف
وغوامض الحقائق تغوصت
قاموسها وتلمست ناعوسها
وقبضت علی جلابیبها واخذت
بتلابیبها، وان بحثت عن
علم الشرائع والنبوات، فانا
لیث عرینها، وحافظ جرینها
ووارث خزائنها، وباحث
معادنها۔ واتیتهم بعجائب لا
تحصی، وغرائب لا اکتناهها

روح پھونکی۔ پس اگر میں لوگوں کے اذکار
واشغال بیان کروں، تو میرے اس بیان
میں جامعیت ہوگی۔ اور اگر میں ان نسبتوں
کو بیان کروں، جو ان لوگوں کی آپس میں
اور اپنے رب کے ساتھ ہیں تو ان کے سب
پہلو ہر جہت سے مجھ پر عیاں ہوں گے اور
میں ان پر پورے طور سے حاوی ہوں گا
اور اگر میں اسرار لطائف اور غوامض حقائق
پر تقریر کروں، تو میں ان تمام کا احاطہ کروں گا
اور اگر میں علم شرائع ونبوات پر بحث کروں
تو میں اس میدان کا مرد اور
اس کے خزانوں کا وارث ہوں ہی۔ چنانچہ
میں ایسی عجیب وغریب باتیں کہوں گا کہ
نہ ان کا شمار ہو سکے، اور نہ ان کی حقیقت
کا احاطہ ممکن ہو،

یترجم۔ شعر

وکم لله من لطف خفی
یدق خفاه عن فهم الزکی

اور اللہ تعالیٰ کے کتنے مخفی لطف وکرم
ہوتے ہیں کہ ایک ذہین وفہیم آدمی کے
ذہن میں بھی وہ نہیں آسکتے۔

ایک اور موقعہ پر کہتے ہیں۔

لما تمت لی دورة الحکمة

جب میرے لئے دورۂ حکمت

© rasailojaraid.com